اہلِ مدارس کی خدمت میں

مولانا عزیز الرحمن
استاذ حدیث دارالعلوم کراچی

انگریزی استعمار کے زمانہ میں جب برصغیر کے علمائے ربانیین نے محسوس کیا کہ اب اس ملک پر برطانوی تسلط پوری طرح قائم ہو چکا ہے، باشندگان وطن غلامی کی زنجیر میں جکڑے جا چکے ہیں اوراس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص اوران کے علمی ورثے کو شدید خطرات لاحق ہیں اور یہ کہ کافرانہ تسلط کے مقابلے میں مزاحمت کا کوئی مؤثر حربہ باقی نہیں رہا ہے تو انہوں نے اپنا میدانِ عمل تبدیل کیا اور نبرد آزمائی کی جگہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور علوم نبوت کے تحفظ کے لیے درس وتدریس کی راہ اپنائی۔ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد اِسی نصب العین کے تحت رکھی گئی تھی، لیکن اس مقصد کے لیے باقاعدہ کسی منصوبے کا اعلان نہیں کیا گیا تھا اور نہ شروع میں عمارت کے حصول کی کوئی فکر تھی۔ دیوبند کی بستی میں انار کے ایک درخت کے سایہ میں ایک استاد اور ایک طالب علم سے درس کا آغاز ہوا تھا، صدق واخلاق کے جس بے مثال اثاثے سے یہ عمل شروع کیا گیا تھا وہ رفتہ رفتہ ایسے ثمر آور شجرۂ طیبہ میں تبدیل ہو گیا جس کی شاخیں دیکھتے ہی دیکھتے پورے برصغیر میں پھیل گئیں اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایشیا ہی نہیں افریقہ، یورپ، امریکا اور آسٹریلیا میں بھی دینی مدارس قائم ہو چکے ہیں اور بحمد للہ ان مدارس کے طفیل علوم نبوت اور معارف اسلامیہ نامساعد حالات اور مخالفت کے متلاطم سیلابوں کے باوجود نہ صرف یہ کہ قائم ودائم ہیں بلکہ روبہ ترقی ہیں، تحفیظ وناظرہ قرآن کے مکاتب سے لے کر، جہاں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں بچے اور بچیاں حفظ قرآن کریم کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں جامعات کی سطح تک کے ادارے سرگرم عمل ہیں جہاں تفسیر حدیث کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے جبکہ بہت سے اداروں میں مزید علمی تحقیق وتربیت کے لیے حدیث، افتاء اور دیگر علمی شعبہ جات میں تخصصات قائم ہیں جہاں بحمد للہ وقیع علمی کاموں کا تسلسل قائم ہے نیز مختلف علمی ودینی موضوعات پر آئے دن عمدہ تصانیف بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح یہ علمی سرچشمے ایک طرف سیرابی فکر ووجدان اور دوسری طرف دینی احکام ومعتقدات کے دفاع کی قابل تحسین مساعی جمیلہ کے لیے شبانہ روز سرگرم عمل ہیں۔

ان مدارس کی بنیاد اہل اللہ کے مبارک ہاتھوں نے رکھی تھی اور اپنی مؤمنانہ فراست سے ارتداد وگمراہی کے خطرات کی بو محسوس کر کے انہوں نے مدارس کی شکل میں بے سروسامانی کے باوجود دفاع دین کے لیے مضبوط فولادی

مورچہ قائم کیا تھا، بحمد للہ یہ مورچہ اب بڑی نا قابل شکست لشکر گاہ میں تبدیل ہو گیا ہے اور ہمارے اس وطن عزیز میں بحر ہند کے ساحل سے لے کر چین کی سرحد پر واقع درۂ خنجراب تک شہر شہر، بستی بستی اور محلّہ محلّہ مکاتب و مدارس میں تلاوت قرآن کریم اور قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں قلب و روح کی تسکین کا سامان اور تعلیمات اسلام کے تحفظ کا اعلان ہیں۔

محتاط اندازے کے مطابق ملک کے طول وعرض میں واقع دس ہزار مدارس تقریباً دس لاکھ فرزندان و دختران ملک وملت کو نہ صرف یہ کہ خواندہ بنا رہے ہیں بلکہ ان کو اسلامی احکام اور تہذیبی اقدار سے بھی روشناس کرا رہے ہیں۔ان میں ایک بڑی تعداد ایسے طلبہ کی بھی ہے جو غریب گھرانوں کے چشم و چراغ ہیں اور معاصر اداروں میں تعلیم کے بھاری مصارف برداشت کرنے کی استعداد نہیں رکھتے، یہ مدارس ان کی کفالت بھی کرتے ہیں۔

این جی اوز کی دنیا میں، روئے زمین پر قائم کسی بھی ملک میں اس طرح کی تنظیم کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی جہاں تنظیم کے ذمہ داران بیک وقت نظم و نسق، تعمیر و کفالت اور تدریس و تربیت کی مشکل ترین اور پیچ در پیچ ذمہ داریاں حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہوں اور اس پُر مشقت اور شب و روز کی اعصاب شکن ڈیوٹی پر، گزر اوقات کے سوا کوئی معتد بہ مالی منفعت نہ رکھتے ہوں۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کی وہ قسم ہے جہاں نگاہیں دنیاوی چمک دمک میں گم نہیں ہوتیں بلکہ دل رضائے الٰہی کے حصول کی تمناؤں سے دھڑکتے ہیں اور جادۂ علم ودعوتِ حق کے یہ مسافر نگاہوں کے محدود دائرے میں مقید ہونے کی بجائے جذبات واحساسات کی دھڑکنیں لئے رضائے الٰہی اور تقرب خداوندی کی ان بلندیوں پر نظر رکھتے ہیں جو عناصر کی اس دنیا سے بہت دور، وراء الوراء ہیں۔میدان حشر کی خوفناک دہشت میں عرش رحمان کی ٹھنڈی چھاؤں کی تمنا اور میزان عمل میں اعمال صالحہ کا مؤثر وزن اور اس کے نتیجے میں جنّت عدن کی دائمی سعادت، بندۂ مومن کی سعی جمیل کی واحد آرزو ہے۔رزم گاہ حیات میں سرگرم عمل ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جن کی نگاہیں رنگ و بو کی اس دنیا میں خیرہ ہونے کی بجائے دنیا کے اُس پار دیکھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں اور جن کا وجود بنی نوع انساں کے لیے سراسر خیر خواہی، ہمدردی اور رحمت وشفقت ہو۔جس بندۂ مومن کی شبانہ روز جدوجہد میں یہ جذبہ جس قدر کارفرما ہوگا اس کی سعی مشکور و مقبول ہوگی۔رزم گاہ حیات میں افعال واعمال کے ثمرات بھی اسی روح سے مشاہدے میں آتے ہیں۔

تاہم اہلِ مدارس کے لیے یہ اہم لمحۂ فکر ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں ابنائے وطن میں سے مدارس سے وابستگان کی نسبت بہت کم ہے اور مدارس اپنے مقصد میں گو کامیاب ہیں لیکن یہ کامیابی جزوی درجے کی ہے، عوام اور نئی نسل کا زیادہ تر رجحان عصری تعلیمی اداروں کی طرف ہے جبکہ معاشرے کے دیگر عوامل ...... جن میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پیش پیش ہے...... پوری نسل کو کافرانہ تہذیب اور مغربی اطوار و معاشرت کا دلدادہ بنانے کے لیے ہر طرح کے وسائل سے لیس اور پوری سرگرمی کے ساتھ میدان میں ہیں، اس لیے ان ہمہ جہت معاندانہ حملوں اور حربوں کے مقابلے

میں مدارس کی کارکردگی ناکافی ہے۔

یہ بھی غور طلب ہے کہ مدارس اپنے بعض تعلیمی اور غیر تعلیمی معاملات کی وجہ سے جزیرے بن کر رہ گئے ہیں اور معاشرہ ان کی شبانہ روز محنتوں کے باوجود اثر پذیر نہیں ہو رہا ہے، یہ بھی بڑی فکر کی بات ہے کہ خود ان مدارس کے فضلاء کی بڑی تعداد تعلیم کے طویل دورانیہ سے گزرنے کے باوجود علوم دین میں مناسب استعداد کی حامل نہیں ہوتی۔ چنانچہ بہت سے فضلاء فارغ ہونے کے بعد معاشرے میں مؤثر خدمات کے لیے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے، ظاہر ہے کہ صرف سند اور دستار تو طلب علم کا حاصل نہیں ہے جبکہ اچھی استعداد کا حامل فاضل بھی، جس مخصوص ماحول کی تربیت لے کر کارزار حیات میں قدم رکھتا ہے تو اپنے اسلوب بیان اور انداز گفتگو سے عصری اداروں کے تعلیم یافتہ گان کو فہم دین فراہم کرنے کے لیے مناسب استعداد نہیں رکھتا، نتیجتاً دینی جذبے کا حامل، تعلیم یافتہ نوجوان ذہنی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے۔

دنیا، مدارس والوں کو دین کا ٹھیکیدار ہونے کا طعنہ دیتی ہے لیکن خود ان مدارس نے کبھی اس طرح کا لغو دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن وسنت کی تعلیم پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے اور چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علوم نبوت کے حصول، تحفظ اور نشر واشاعت کا کام اگر ہو رہا ہے تو صرف دینی مدارس کی چار دیواری میں ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دینی مدارس ٹھیکیدار نہ سہی، حالات نے انہیں پہریدار ضرور بنادیا ہے، لیکن اب اس پہریداری کے مختلف تقاضے ہیں جن کی طرف مؤثر پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ ہر زمانے میں دشمن سے دفاع یا اس پر ضرب لگانے کے ہتھیار بدلتے رہے ہیں، دین کے دفاع کے لیے بھی اہل مدارس کو اپنے حالات کا جائزہ لے کر اپنے تعلیمی اور تربیتی طریقوں میں ایسی مؤثر تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے جو دور حاضر میں، ایک طرف حکمت کے ساتھ دعوت دین میں معاون ہوں اور دوسری طرف دین کے خلاف اٹھنے والے موجودہ ملکی اور عالمی فتنوں کا مؤثر مقابلہ بھی کرسکیں...... رسم کہن کو محض تبرک کے طور پر اپنائے رکھنا اور بڑھتے ہوئے خوفناک شعلوں سے اغماض برتنا حکمت ودانش کی بات نہیں ہے۔

ہر گزرنے والا دن پوری قوت سے یہ احساس دلا رہا ہے کہ دینی مدارس کو عصری علوم وفنون کی تعلیم کے بھی عمدہ معیاری ادارے قائم کرنے چاہئیں جہاں نونہالان وطن دینی ماحول میں سلیم الفکر اساتذہ کی تربیت میں پروان چڑھیں۔ اسلامی تعلیمات اور دینی اقدار سے سرشار یہ نوجوان جب ملک کے مختلف ذمہ دارانہ مناصب پر پہنچیں گے تو امانت ودیانت کے مطلوبہ اوصاف وکمالات کے حامل یہ فرزندان وطن، ان شاء اللہ! اسلامی ریاست میں فرض شناسی اور خدمت گزاری کی عمدہ مثالیں قائم کریں گے۔ کیا سیکولر نظام تعلیم اور موجودہ مادہ پرست ماحول سے اِس طرح کی توقع قائم کی جاسکتی ہے؟

مولائے کریم ہمیں صحیح سمت میں صدق واخلاص کے ساتھ اپنے دین کی ہمہ جہت اور مقبول خدمت کی توفیق سے نوازے۔ آمین

☆......☆